نظرات

ذرا تصور کیجیے، ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت کے بعد ہماچل پردیش (نشستیں ۶۸) راجستھان (نشستیں ۲۰۰) اور ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست یوپی اتر پردیش (نشستیں ۴۲۵) مدھیہ پردیش (نشستیں ۳۲۰) بی جے پی سرکار کو برطرف کرکے ان میں ۶ر دسمبر ۱۹۹۳ء سے پہلے چناؤ نتائج اگر سیکولر جماعتوں و سیکولر عوام کی توقع کے خلاف اور بابری مسجد کی مسماری پر فخر و انبساط سے سر اونچا کرنے والی بی جے پی کی منشا و مرضی کے مطابق آگئے ہوتے تو ہندوستان کا سیاسی و سماجی ڈھانچہ کس طرح کا ہوجاتا۔ اور دسمبر ۱۹۹۳ء کا پورا ہی مہینہ بی جے پی اپنی کامیابی و فتحیابی کے غرور و تکبر میں مست جھومتی ناچتی اور یہ ڈھنڈورہ پیٹتی کہ "بھگوان رام نے اپنے مندر نرمان کے لئے بھاجپا کو اتر پردیش کے راج سنگھاسن پر براجمان کرا دیا ہے اور اب دنیا کی کوئی بھی طاقت بی جے پی کو بھگوان رام کے آشیرواد سے مرکزی حکومت کی گدی سنبھالنے کے لئے روک نہیں سکتی ہے"۔ اور اسی کے ساتھ تمام ہندوستان میں ۶ر دسمبر جشن کے روپ میں ہلڑ بازی کرتے ہوئے جسطرح منایا جاتا اس پر دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ انصاف، انسانیت اور رواداری سے سرشار تمام غیر مسلم بھی اپنے اپنے گھروں میں بند رہ کر سینہ پیٹ پیٹ کر ہائے! ہائے کر رہے ہوتے۔ اور پھر ہندوستان کے مختلف شہروں، قصبوں، دیہاتوں، علاقوں، گلیوں میں مظلوم دبے گناہ انسانوں پر ظلم و جبر کا وہ پہاڑ ٹوٹ پڑتا جس کی نظیر تاریخ میں کہیں کہیں ہی نظر آئے گی، ہزاروں بچے یتیم ہوتے، ہزاروں عورتیں بیوہ ہوجاتیں اور لاکھوں انسان خانماں برباد ہوکر رہ جاتے۔ فرقہ پرستی کا دیوتا پوری طاقت و قوت کے ساتھ اپنے شیطانی جوہر دکھائی دیتا ہی نظر آتا۔

۱۱ر اکتوبر ۱۹۹۳ء کا ہندوستان کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ کثیر الاشاعت ہندی روزنامہ "نوبھارت ٹائمس" نئی دہلی کے صفحہ ۸ پر یوپی کے سابق وزیر اعلیٰ اور سیکولر خیالات کے مالک جناب ملائم سنگھ یادو اور بی جے پی کے کٹر وادی سابق وزیر اعلیٰ یوپی جناب کلیان سنگھ کا ایک ایک انٹرویو شائع ہوا ہے ـــــ بی جے پی کے جناب کلیان سنگھ کہتے تھے موجودہ انتخابات کا اوّل مدعا مندر

نرسمان ہی ہے اور اس کے ذیل میں ان کا کہنا تھا: "جہاں تک بی جے پی کا سوال ہے ہم ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کے واقعہ کو انتخاب کے ذریعہ سے عوام کا استصواب رائے مانیں گے۔ میرا اعلان ہے کہ اگر انتخاب میں بی جے پی پچھلی اسمبلی کی اپنی ممبری تعداد ۲۲۲ سے کم سیٹ جیت پائی تو ہم مان لیں گے کہ لوگوں نے اس واقعہ (۶ دسمبر ۱۹۹۲ء) کے خلاف ووٹ دیا اور اگر بی جے پی نے زیادہ سیٹیں حاصل کیں تو ہمیں عوام کی حمایت حاصل ہوئی سمجھیئے۔

جناب ملائم سنگھ یادو اور ان کے انتخابی ساتھی بہوجن سماج پارٹی کے لیڈر جناب کانشی رام کے متعلق جناب کلیان سنگھ کا کہنا تھا کہ ان دونوں کو زیادہ سے زیادہ ۵۵ سیٹیں ملیں گی۔ اور ۲۱۵ ویں سیٹ کے لئے یہ دونوں ترس جائیں گے۔ بی جے پی کو کم سے کم ۲۲۰ سیٹیں ملیں گی:"

اس کے جواب میں جناب ملائم سنگھ کا کہنا تھا کہ اگر بی جے پی کو اتنا ہی یقین واعتماد و بھروسہ ہے تو گھر جا کر آرام کریں، کیونکہ ادھر ادھر مارے مارے گھوم رہے ہیں اور انتخاب کی تیاریوں میں جٹے ہوئے ہیں ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس بار بی جے پی کا "مندر مدعا" نہیں چلے گا:"

اسی کے ساتھ بی جے پی کا یہ بھی نعرہ تھا: "آج پانچ پردیش، کل سارا دیش": دوسرا ہم جو کہتے ہیں، سو کرتے ہیں: "اب پانچ صوبوں کے اسمبلی انتخابات کے نتائج عوام کے سامنے آچکے ہیں۔ اگر ان نتائج کا گہرا تجزیہ کرکے ایک جملہ میں اس کا نچوڑ بیان کیا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ اس اسمبلی انتخابات میں ہندوستانی عوام نے فرقہ پرست طاقتوں جماعتوں کو فرقہ وارانہ معاملات کے لئے بالکل ٹکا سا جواب دیدیا ہے اور کسی بھی حالت میں فرقہ واریت کی سیاست کو مات دیدی ہے ــــ دہلی کو چھوڑ کر جہاں فرقہ واریت سے کوئی ٹکراؤ نہیں تھا صرف مقامی مسائل ہی کا بول بالا تھا اور جسے عوام نے اپنے اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے لئے صحیح سمجھا اسے منتخب کیا۔ باقی چاروں صوبوں راجستھان، مدھیہ پردیش، اترپردیش اور ہماچل پردیش میں بی جے پی کی فرقہ وارانہ ذہنیت کے خلاف ہی عوام نے ان پارٹیوں جماعتوں کو منتخب کیا جو جذباتی سیاست سے بلند عوام کے سب طبقات کو ساتھ ملا کر چلنے کی صلاحیت واہلیت کی دعویدار تھیں چنانچہ اترپردیش میں بی جے پی کی جو درگت ہوئی ہے ایمانداری کا تقاضہ ہے کہ بی جے پی والے کہنے اور اعلان کے مطابق اب فرقہ پرستی کی سیاست سے توبہ کریں۔ اور رام مندر نرسمان کے لئے تاناشاہی ہٹ دھرمی

سے باز آئیں اور مندر زبان کے لئے آپسی بھائی چارہ، یا پھر عدالتی رائے و فیصلہ کے آگے اپنا سر جھکا دیں اسی میں ملک و عوام کی بھلائی ہے۔ مدھیہ پردیش میں جو بی جے پی اکثریت کے ساتھ حکومت کر رہی تھی اور اس کے مدمقابل کانگریس ۵۶ سیٹیں ہی لے پائی تھی اس بار وہ بی جے پی سے پوری طرح سبقت لے جکی ہے اور اپنے اکیلے بوتے پر مدھیہ پردیش میں بی جے پی کی جگہ حکومت کی کرسی پر بیٹھ چکی ہے۔ وہاں نہ اسے رام مندر کا نعرہ کام آیا اور نہ ہی تیز طرار فرقہ وارانہ زہریلی تقریریں کرنے والی اوما بھارتی، سادھوی رتمبرا اور راج گھرانے کی قابل تنظیم شریمتی وجے راجے سندھیا ہی کی بھرپور مدد ہی کام در اس آئی۔ ہماچل میں بی جے پی کی عبرتناک شکست بی جے پی کو عرصہ دراز تک ماتم میں ڈبوئے رکھے گی۔ راجستھان میں اس کی کشتی ڈانواں ڈول ہی رہے گی اور یوپی میں اس کا سب سے بڑا حریف جناب ملائم سنگھ یادو اس کے منصوبوں کو ملیا میٹ کرنے کے لئے میدان عمل میں کمربستہ ہے۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ بی جے پی ان انتخابات سے کوئی سبق حاصل کرے گی؟ یا پھر وہ اسی چال بے ڈھنگی پر چلتی رہے گی جس کا انجام صرف ملک و قوم کی تباہی و تنزلی کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے۔ تعمیر و فلاحی سیاست کے لئے ضروری ہے کہ ہر تخریبی راستے سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ فرقہ پرستی سے ملک کا بھلا نہیں ہو سکتا ہے اور آخر کار ان پارٹیوں کا بھی بُرا حشر طے ہے جو فرقہ پرستی کے راستے کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آزاد ہندوستان میں اسی جماعت کی سلامتی و بقا رہے جو اپنے سیکولر کردار کے ساتھ ہر طبقہ کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ملک کی فلاح و بہتری کے کاموں کو ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ۱۹۹۳ء کے اسمبلی انتخابات میں جہاں ملائم سنگھ یادو کی سیکولر شخصیت ابھر کر سامنے آئی ہے وہاں جنتا دل کا وہ چہرہ بھی صاف ہو گیا ہے جسے ایک نظر دیکھنے سے سیکولریت اور اقلیت کے تئیں ہمدردی کا احساس ہوتا ہے مگر اس اسمبلی انتخابات کا گہرا تجزیہ کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کا وجود فرقہ پرست طاقتوں کے وجود کو تقویت پہنچانے کا باعث ہے۔ دانستہ یا نادانستہ جو بھی سمجھ لیں پہلے بھی اور اب بھی اگر ہندوستان کی سیاست میں فرقہ پرست طاقتوں کو جس قدر بھی کامیابی نصیب ہوئی ہے اس میں بڑا دخل جنتا دل کے میدان میں آنے کا ہے۔ یہ بات بڑی ہی اطمینان کی ہے کہ سیکولر عوام کی اکثریت نے اس بات کو سمجھا ہے اور جہاں سمجھا ہے وہاں فرقہ

پرست پارٹی کو منہ کی کھانی پڑی ہے اور جہاں کے عوام بے خبر رہے ہیں اور سادہ لوح بنے رہے وہاں جنتادل کو انھوں نے اپنا مسیحا سمجھتے ہوئے اس کا دامن تھامے رکھا جسکے نتیجہ میں فرقہ پرست طاقتیں وہاں چٹان کی طرح مضبوط رہیں۔ چنانچہ اس اسمبلی انتخاب کا یہ پہلو بڑا ہی عبرت انگیز ہے کہ یوپی کے بیشتر مسلم اکثریتی علاقوں میں جنتادل کی موجودگی نے بی جے پی ہی کے امیدواروں کو کامیاب کرایا سہارنپور، مظفرنگر، میرٹھ، بلندشہر وغیرہ کے اکثر مسلم اکثریتی علاقوں میں بی جے پی امیدوار بڑی شان سے کامیاب ہوئے اگر خدانخواستہ جناب ملائم سنگھ یادو مسلم ووٹوں پر بھروسہ کرتے ان کے بکھرنے کا انھیں ڈر نہ ہوتا اور بہوجن سماج پارٹی سے انتخابی مفاہمت نہ کرتے اور انھیں سماج کے غیر مسلم کمزور طبقہ کا ووٹ نہ ملا ہوتا تو یوپی میں بی جے پی اپنے بل بوتے پر آج سرکار کی گدی پر براجمان ہوتی اور پھر اس کی اسی طرح کی حرکتیں ہوتیں جو ۶ ؍دسمبر ۹۲ء تک جاری تھیں!

اللہ پاک کا شکر و احسان ہے کہ ہندوستان کی بقاء و سلامتی کے لئے فرقہ پرست طاقتیں اس اسمبلی انتخاب میں زیادہ نہ ابھر سکیں اور دب گئیں۔ خدانخواستہ اگر نتیجہ الٹا ہوتا تو ہندوستان کا نقشہ ہر لحاظ سے ایسا ہوتا جسکا ہم دور دور تک تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں — اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے وہ اپنے بندوں کی خبرگیری رکھتا ہے اللہ سے زیادہ اپنے بندوں کی چاہ اور کس کو ہو سکتی ہے۔ ۱۹۹۳ء کے اسمبلی انتخابات ہر محب وطن ہندوستان کے لئے باعث اطمینان بخش ہیں۔ یہ فضل خداوندی ہے۔